تحقیق و بحث

مولانا عبدالسلام رحمانی (بھارت)

قسط ۲ (آخری)

فضائلِ ماہِ محرم و یومِ عاشوراء

ایک تنقیدی جائزہ!

۱۰۔ ابن الجوزی نے موضوعات میں یہ روایت بھی ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے عاشوراء کے دن ظہر و عصر کے درمیان چالیس رکعت نماز پڑھی۔ ہر رکعت میں اس نے ایک بار سورۂ فاتحہ اور دس مرتبہ آیۃ الکرسی اور گیارہ مرتبہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" اور پانچ مرتبہ معوذتین پڑھا اور جب سلام پھیرا تو ستر مرتبہ استغفار کیا تو اللہ تعالیٰ اُس کو جنت الفردوس میں ایک سفید قبہ دے گا جس میں سبز زمرد کا ایک گھر ہو گا۔ اس گھر کی وسعت اس دُنیا سے تین گنا زیادہ ہو گی اور اس میں نور کا ایک تخت ہو گا جس کے پائے عنبر کے ہوں گے اور اس تخت پر دو ہزار زعفرانی فرش بچھے ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔

ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں، یہ حدیث موضوع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ان خرافات سے پاک ہے۔ اس کی سند میں کئی راوی مجہول ہیں اور اس کا ایک راوی حسین متہم ہے (ص ۱۲۲ ج ۲) سیوطی اور فتنی نے بھی اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔ (اللآلی ص ۱۱۳ ج ۲ وتذکرۃ الموضوعات ص ۴۳)

۱۱۔ ابن الجوزی نے موضوعات میں یہ روایت بھی ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "جو شخص عاشورہ کی رات جاگا اس نے گویا اہلِ سماوات جیسی خدا کی عبادت کی اور جس نے چار رکعت نماز پڑھی ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور پچاس مرتبہ قُلْ

ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ“ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کی پچاس سال گزشتہ اور پچاس سال آئندہ کی خطائیں بخش دے گا۔ اور ملأ اعلیٰ میں اس کے لیے دس لاکھ نور کا منبر بنائے گا۔“

ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں، یہ حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ بعض بھولے بھالے متاخرین نے خواہ مخواہ اسے حدیثِ رسولؐ سمجھ لیا ہے اس کے راوی عبد الرحمٰن بن ابو الزناد مجروح ہیں۔ احمد نے کہا ہے: ”مضطرب الحدیث ہیں اور یحییٰ بن معین نے فرمایا“ میں نے ایک آدمی کو یہی سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہوئے سنا ہے، آپؐ نے جواب دیا تھا کہ ”اگر تم ماہِ رمضان کے علاوہ کسی مہینہ میں روزہ رکھنا چاہتے ہو تو محرم میں روزہ رکھو کیونکہ محرم وہ مبارک مہینہ ہے جس میں ایک ایسا دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی ہے اور دوسری قوم کی توبہ قبول کرے گا۔ ترمذی نے کہا، یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ص ۵۳ ج ۲)

شارح ترمذی کی تصریح کے مطابق منذری نے اس تحسین کو برقرار رکھا ہے مگر اس روایت کی تحسین میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ یہ روایت جتنے طریق سے بھی آئی ہے، ان سب کا مدار عبد الرحمن بن اسحاق ہے، جس پر کلام آگے آ رہا ہے۔ پھر اس راوی کے مدارِ سند ہوتے ہوئے اس روایت کی تحسین کیونکر صحیح ہو سکتی ہے؟ جبکہ اس کے لیے شرط ہے کہ مدارِ سند کوئی ضعیف ناقابلِ احتجاج راوی نہ ہو[۱]۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی جلالتِ علمی کے باوجود روایات کی تصحیح و تحسین میں متساہل قرار دیے گئے ہیں (ملاحظہ ہو مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۷۱) اور منذری کی تصویب کا حال حدیث ۸ میں روایت طبرانی فی الصغیر کے تحت گزر چکا ہے۔ نیز شیخ البانی فرماتے ہیں کہ منذری تصحیح و تحسین میں متساہل واقع ہوتے ہیں جیسا کہ متقدمین میں ابن حبان اور حاکم ہیں اور متاخرین میں سیوطی وغیرہ ہیں۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ المجلد الاول الجزء الثالث ص ۶۸)

مسند احمد میں بھی یہ حدیث اسی مذکور طریق سے آئی ہے۔ علامہ احمد محمد شاکر

---

[۱] صاحب مرعاۃ فرماتے ہیں، ”اگر حدیث کے طرق متعدد ہوں تو وہ حدیث درجۂ حسن کو پہنچ جاتی ہے بشرطیکہ وہ سندیں مختلف ہوں اور مدارِ سند کوئی ضعیف ناقابلِ احتجاج راوی نہ ہو۔“ (مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۴ ج ۲ لیکھنو)

اس کی تعلیق میں فرماتے ہیں : "إسنادُهٗ ضعيفٌ لِضُعفِ عبدِ الرحمٰنِ بنِ إسحاقَ" "عبد الرحمٰن بن اسحاق کے ضعف کی وجہ سے اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔" (مسند احمد مع تعلیق احمد محمد شاکر ص ۳۳۳، ص ۳۳۸ ج ۲)

عبد الرحمٰن بن اسحاق کی بابت امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ یہ نعمان بن سعد سے منکر حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ یعقوب بن اسحاق نے انہیں ان لوگوں میں ذکر کیا ہے جن سے روایتیں لینے سے اعراض کیا جاتا ہے۔ ابن خزیمہ نے فرمایا، "لا يُحتجُّ بحديثِه" ابوحاتم نے فرمایا، "ضعيفُ الحديثِ، مُنكَرُ الحديثِ، يُكتَبُ الحديثُ ولا يُحتجُّ بِه۔" امام احمدؒ نے فرمایا "ليس بشيءٍ مُنكَرُ الحديثِ۔" امام بخاریؒ نے فرمایا "فيهِ نظرٌ۔" (تہذیب التہذیب)

اور امام بخاریؒ جس کے بارے میں "فيهِ نظرٌ" فرمائیں وہ سخت مجروح راوی ہوتا ہے اور اس کی حدیث متروک ہوتی ہے۔ مولانا عبد الحی لکھنوی "الرفعُ والتكميلُ في الجرحِ والتعديلِ" میں فرماتے ہیں :

"قولُ البخاريِّ في حقِّ أحدٍ مِنَ الرُّواةِ "فيهِ نظرٌ" يدلُّ على أنّهُ متّهمٌ عندهُ وقالَ (البخاريُّ) إذا قلتُ "فلانٌ في حديثِهِ نظرٌ" فهوَ متّهمٌ واهٍ۔ وقالَ العراقيُّ في شرحِ الفيتِهِ "فلانٌ فيهِ نظرٌ" و "فلانٌ سكتوا عنهُ"، هاتانِ العبارتانِ يقولُهُما البخاريُّ فيمن تركوا حديثَهُ (ص ۱۸۲ مطبوعہ حلب ۱۳۸۳ھ) قالَ ابنُ كثيرٍ أنّ البخاريَّ إذا قالَ في الرجلِ "سكتوا عنهُ" أو "فيهِ نظرٌ"، فإنّهُ يكونُ في أدنى المنازلِ وأردئِها عندهُ ولكنّهُ لطيفُ العبارةِ في التجريحِ فليُعلَمْ ذلكَ۔" (اختصار علوم الحدیث مع شرحہ الباحث الحثیث ص ۱۰۶)

عراقی نے امام بخاریؒ کے قول "فيهِ نظرٌ" کو مراتب الفاظِ جرح میں سے مرتبہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے اور ائمہ جرح و تعدیل (باستثناء ابن معین) کے قول "ليس بشيءٍ" کو مرتبہ ثالثہ میں، اور اوپر گزر چکا کہ مرتبہ اولیٰ و ثانیہ و ثالثہ کے الفاظِ جرح سے جس راوی پر جرح کی گئی ہو، اس کی بابت عراقی فرماتے ہیں "لا يُحتجُّ بحديثِهِ ولا يُستشهدُ

بِهٖ وَلَا يُعْتَبَرُ بِهٖ" (شرح الفيۃ للعراقی ص ۴۲)

ایک عجیب تسامح :

اس زیر بحث حدیث کی تعلیق میں علامہ احمد محمد شاکر سے ایک عجیب تسامح ہوا ہے ترمذی نے اس حدیث کے بعد "مَا جَاءَ فِيْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ" کا باب منعقد کیا ہے اور اس کے تحت عبد اللہ بن مسعودؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے اور اس حدیث کی بابت فرمایا ہے "حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ" اس پر شارح ترمذی محدث مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "قَوْلُهٗ حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ"، "وَأَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَابْنُ حَزْمٍ، كَذَا فِيْ عُمْدَةِ الْقَارِيْ" (تحفۃ الاحوذی ص ۵۲ ج ۲)

علامہ احمد محمد شاکر رحمہ اللہ نے شارح ترمذی کی اس تعلیق کو جو "بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ" کے تحت آئی ہوئی حدیث عبد اللہ پر تھی — "بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صَوْمِ الْمُحَرَّمِ" کے تحت آئی ہوئی حدیث زیر بحث پر چسپاں کر دی۔ فرماتے ہیں: "وَالْحَدِيْثُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مِنْ طَرِيْقِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحٰقَ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ" وَقَالَ شَارِحُهٗ: وَأَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَابْنُ حَزْمٍ۔ كَذَا فِيْ عُمْدَةِ الْقَارِيْ"۔

(مسند احمد مع تعلیق احمد شاکر ص ۳۳۳ ج ۲)

میں نے اس جگہ یہ تسامح اس لیے ذکر کر دیا ہے کہ کوئی صاحب ان کی یہ تعلیق دیکھ کر اس زیر بحث حدیث کی بابت اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ ابن حبان، ابن عبد البر اور ابن حزم نے تو اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۱۳- حافظ ہیثمی نے زید بن ثابت کی یہ روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے فرمایا "یوم عاشورا وہ دن نہیں ہے جسے لوگ یوم عاشورا کہتے ہیں۔ یوم عاشورا تو حقیقت میں وہ دن تھا جس دن کعبہ کو غلاف پہنایا جاتا تھا۔ اس دن حبشی بہت منہ اندھیرے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ جاتے تھے۔ اور یہ دن سال میں گھومتا رہتا تھا (کبھی کسی مہینہ میں پڑ گیا کبھی کسی مہینہ میں) اور لوگ اس دن کو معلوم کرنے کے لیے فلاں یہودی کے پاس آیا کرتے تھے، جب اس

یہودی کا انتقال ہوگیا تو لوگ زیدؓ بن ثابت سے آکر اس دن کے بارے میں پوچھنے لگے۔"

حافظ ہیثمی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

"اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ محشی لکھتا ہے : الحمد للہ اس حدیث کا مطلب میری سمجھ میں آرہا ہے۔ زیدؓ بن ثابت اس بات کے قائل تھے کہ عاشورار محرم کی دسویں تاریخ نہیں ہے بلکہ سال میں کسی وقت ایک دفعہ آتا ہے۔ اور جو لوگ اس کے قائل تھے، وہ ایک یہودی سے اس دن کی معلومات حاصل کرتے تھے جسے کتبِ سابقہ کا علم حاصل تھا، وہ حساب کی رُو سے اس دن کو متعین طور پر بتا دیتا تھا۔ جب اس کا انتقال ہوگیا تو لوگ اس دن کی معلومات حاصل کرنے کے لیے زیدؓ بن ثابت کے پاس آنے لگے، جنھیں اس حساب کا علم تھا۔ مگر یہ بہت ہی عجیب وغریب بات ہے۔"

(مجمع الزوائد ص۱۸۷ ج ۳)

حافظ ابنِ حجرؒ نے "الآثار القدیمۃ للبیرونی" کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ جاہل یہود اپنے روزوں اور عیدوں میں نجوم کے حساب پر اعتماد کرتے تھے اور سال اُن کے یہاں شمسی تھا نہ کہ ہلالی۔ اِس بنار پر وہ یہ جاننے کے لیے کہ شمسی مہینہ کے حساب سے یوم عاشورار کس تاریخ کو پڑے گا اس شخص کے محتاج ہوتے تھے جو حساب جانتا ہو۔ تاکہ اس کی بتائی ہوئی شمسی تاریخ پر اعتماد کرکے عاشورار کا روزہ رکھیں۔ (فتح الباری باب صیام یوم عاشورار)

حافظ ہیثمی نے اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کی نشاندہی کی ہے جن پر ابن الجوزی کا تبصرہ ابھی ترمذی والی حدیث سے پہلے گزر چکا ہے کہ ان کی مرویات ناقابلِ احتجاج ہیں۔

❖ ❖ ❖

یہ تو تھیں وہ موضوع یا ضعیف روایات، جو فضائلِ محرم و یوم عاشورار سے متعلق کتبِ حدیث میں ملتی ہیں اور وہ میری معلومات کی حد تک کسی طرق سے بھی درجہ صحت کو نہیں پہنچتی ہیں۔ رہیں اس سلسلہ کی صحیح روایات تو وہ کچھ اس طرح کی آتی ہیں۔

- حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا" فرض نمازوں کے بعد کون سی نماز افضل ہے اور رمضان کے روزوں کے بعد کون سا روزہ افضل ہے؟" تو آپؐ نے فرمایا، "فرض نمازوں کے بعد تہجد کی نماز افضل ہے اور رمضان کے روزوں کے بعد

ماہ محرم کے روزے افضل ہیں۔" (مسلم باب فضل صوم محرم وابوداؤد باب فی صوم المحرم)

- ابو قتادہؓ سے ایک لمبی حدیث مروی ہے جس میں یہ ٹکڑا بھی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صوم عاشوراء کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ یوم عاشوراء کا روزہ ایک سال گزشتہ کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ (مسلم باب استحباب صیام ثلثۃ ایام فی کل شہر وصوم یوم عرفۃ ویوم عاشوراء والاثنین والخمیس وابوداؤد باب فی صوم الدہر)۔
- حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "قریش زمانہ جاہلیت میں یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے[۱]، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی . . . . . یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ پھر جب آپ مدینہ تشریف لائے تو بھی آپ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور صحابہؓ کو بھی حکم دیا، مگر جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو آپ نے اس کا اہتمام ترک کر دیا اور فرمایا، "اب جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔" (بخاری ومسلم وابوداؤد۔ باب صیام یوم عاشوراء)
- ابن عباسؓ نے فرمایا کہ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ عاشوراء کے دن یہود روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا، "یہ کیا معاملہ ہے، تم لوگ کیوں اس دن روزہ رکھتے ہو؟" انھوں نے کہا، "یہ ایک اچھا دن ہے، اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون سے نجات دلائی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرقاب کر دیا تھا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکریہ اس دن روزہ رکھا تھا اور ہم بھی اسی خوشی میں روزہ رکھتے ہیں۔" تو آپ نے فرمایا، "ہم موسیٰ علیہ السلام کے (شریک مسرت ہونے میں) تم سے زیادہ مستحق ہیں۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس خوشی میں شرکت اور اس پر اداءِ شکر کی نیت سے) اس دن کا روزہ رکھنا شروع کیا اور صحابہؓ کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔" (مسلم و بخاری باب مذکور)
- ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوم عاشوراء کے سوا، اور

---

[۱] یوم عاشوراء میں قریش کے روزہ رکھنے کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ غالباً اس دن کعبہ کو غلاف پہنایا جاتا تھا جیسا کہ اوپر گزری ہوئی ہیثمی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے اور ابن حجرؒ نے اس سلسلہ میں عکرمہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ قریش نے زمانہ جاہلیت میں ایک گناہ کا ارتکاب کیا تھا جو ان پر بہت گراں گزرا تو ان سے کہا گیا کہ تم لوگ عاشوراء کا روزہ رکھو، یہ تمھارے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا۔ اس وقت سے قریش عاشوراء کا روزہ رکھنے لگے۔ (فتح الباری باب صیام یوم عاشوراء)

اس ماہِ رمضان کے سوا کسی اور دن کو دوسرے دنوں سے افضل جان کر خاص طور پر روزہ رکھتے نہیں دیکھا ہے۔" (بخاری و مسلم باب مذکور)

- سلمہؓ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو اسلم کے ایک شخص کو، لوگوں میں اس بات **کا** اعلان کر دینے کا حکم دیا کہ جو کھا چکا ہو تو وہ دن کے باقی حصے میں کھانے پینے سے رکا رہے اور جس نے نہ کھایا ہو اسے روزہ رکھ لینا چاہیے، کیونکہ آج عاشوراء کا دن ہے۔" (بخاری و مسلم، باب مذکور)

- ربیعؓ بنت معوذ نے کہا کہ "عاشوراء کی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی بستیوں میں کہلا بھیجا کہ صبح جس نے کھا پی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزہ دار کی طرح) پورا کرے اور جس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزہ سے رہ جائے۔ ربیعؓ نے کہا کہ پھر بعد میں بھی ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے، انھیں ہم روئی کا کھلونا دے کر بہلاتے رہتے۔ جب کوئی کھانے کے لیے روتا تو ہم وہی کھلونا دے دیتے یہاں تک کہ افطار کا وقت آ جاتا۔" (بخاری، باب صوم الصبیان، و مسلم، صوم یوم عاشوراء)

- جابرؓ بن سمرہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیتے اور ہمیں اس پر ابھارتے اور اس کا خیال رکھنے کی تاکید فرماتے۔ لیکن جب رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو آپ نہ ہمیں اس کا حکم دیتے تھے نہ اس سے روکتے تھے نہ اس کا خیال رکھنے کی تاکید فرماتے تھے۔" (مسلم۔ باب مذکور)

- ابو موسیٰؓ نے فرمایا "اہلِ خیبر یومِ عاشوراء کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ اس دن وہ لوگ روزہ رکھتے اور اس کو عید کا دن قرار دیتے اور اس دن اپنی عورتوں کو اچھے اچھے لباس اور زیورات پہناتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا، "تم تو اس دن بس روزہ رکھو۔" (مسلم باب مذکور)

- ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کا حکم دیا۔ لوگوں نے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، "اس دن کو یہود و نصاریٰ بڑی اہمیت دیتے ہیں۔" (مطلب یہ تھا کہ آپؐ تو ہمیں اُن کی مخالفت کا حکم دیتے ہیں اور یومِ عاشوراء کے معاملہ میں موافقت ہوئی جا رہی ہے) تو آپؐ نے فرمایا کہ "آئندہ سال اگر اللہ نے چاہا تو ہم نویں تاریخ کو روزہ رکھیں گے۔" (ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ "اگلا سال آنے

سے پہلے ہی آپؐ انتقال فرما گئے۔" (مسلم - باب مذکور)

ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ ابنِ عباسؓ سے یہ روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے فرمایا: "نویں اور دسویں کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔"

شارحِ ترمذی علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"میں اس پر واقف نہ ہو سکا کہ ابنِ عباسؓ کے اس قول کی تخریج کس نے کی ہے؟ البتہ امام احمدؒ نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً یہ روایت نقل کی ہے کہ "یوم عاشوراء کو روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔ اور یوم عاشوراء سے پہلے ایک دن روزہ رکھو اور اس کے بعد ایک دن روزہ رکھو" ایسا ہی منتقیٰ میں ہے۔ شوکانیؒ نے فرمایا کہ احمدؒ کی یہ روایت ضعیف و منکر ہے۔ داؤد بن علی عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے مروی ہے، ان سے اس روایت کو ابنِ ابی لیلیٰ نے روایت کیا ہے۔ شوکانی فرماتے ہیں اور بیہقی نے اسی کے مثل روایت نقل کی ہے اور تلخیص میں یہ روایت بغیر کسی کلام کے مروی ہے۔" (انتہیٰ)

شارحِ ترمذی مزید فرماتے ہیں:

"اور مسلم نے ابنِ عباسؓ سے مرفوعاً یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا، "اگر میں آیندہ سال تک زندہ رہا تو نویں کو روزہ رکھوں گا" مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ سالِ آیندہ آنے سے پہلے ہی آنحضورؐ کا انتقال ہو گیا۔ بعض اہلِ علم نے کہا کہ آنحضورؐ کا یہ قول "اگر میں آیندہ سال تک زندہ رہا تو نویں کو روزہ رکھوں گا" دو امر کا محتمل ہے۔ ایک تو یہ کہ آپؐ نے اس روزہ کو دسویں کے بجائے نویں تاریخ کو منتقل کر دینے کا ارادہ فرمایا۔ اور دوسرے یہ کہ آپؐ نے ارادہ فرمایا کہ اس روزہ میں نویں کا اضافہ کر دیں۔ اب جبکہ اس کی وضاحت سے پہلے ہی آنحضورؐ کا انتقال ہو گیا تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ نویں دسویں دونوں دن روزہ رکھا جائے۔ حافظؒ کہتے ہیں۔ "تو اس طرح صومِ یومِ عاشوراء تین درجات پر مشتمل ہوا۔ ایک تو یہ کہ صرف دسویں کو روزہ رکھا جائے۔ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ دسویں کے ساتھ نویں کو روزہ رکھا جائے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ دسویں کے ساتھ نویں اور گیارھویں کو بھی روزہ رکھا جائے۔"

(تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی صہ ۵۸ جلد ۲)

فضائلِ محرم و یومِ عاشورار کی بابت یہ بعض صحیح روایات تھیں جو نقل کی گئی ہیں۔ اِن روایات کے علاوہ بھی اس موضوع پر صحیح روایتیں آتی ہیں لیکن اس سلسلہ کی تمام صحیح روایتوں کا استقصار نہ مقصود ہے نہ اس کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ البتہ اجمالی طور پر اس بات کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ صحیح روایات سے اس مہینہ میں روزہ کے سوا کوئی عمل ثابت نہیں ہے۔ اور اس عمل پر اجر و ثواب کی بھی کوئی بہت طول طویل فہرست نہیں ہے جیسی کہ اوپر بعض موضوع و ضعیف روایات میں گزری۔ صومِ یومِ عاشورار پر اجر و ثواب کے سلسلہ میں وہی صحیح روایت آتی ہے جو مسلم و ابو داؤد کے حوالہ سے اوپر گزری کہ اس دن کے روزہ کے بدلے ایک سالِ گزشتہ کی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔ اور صومِ ماہِ محرم کو ماہِ رمضان کے روزوں کے بعد افضلیت عطا کی گئی ہے۔ ماہِ محرم میں روزہ کے سوا جتنے خصوصی اعمال اس مہینے کا عمل سمجھ کر کئے جاتے ہیں وہ سب بدعات و محدثات ہیں۔ شریعت سے ان اعمال کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

خلافت و جمہوریت

دورِ حاضر کا ایک نہایت اہم مسئلہ

مغربی جمہوریت موجودہ دور کا سب سے بڑا بت ہے جس کو گرائے بغیر اقامتِ دین ممکن نہیں کہ اسلامی نظامِ حیات سے اس کو دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے جبکہ ہم نفاذِ اسلام کے ساتھ ساتھ اس کو بھی گلے لگائے رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔

فاضلِ محترم مولانا عبد الرحمان کیلانی کے رجحانِ کتاب و سنت اور حقیقت نگار قلم سے

قیمت ۱۵ روپے — مجلد ۱۸ روپے

ناشر: ادارہ محدث مجلس التحقیق الاسلامی - ۹۹ جے ماڈل ٹاؤن لاہور ۱۴